تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

فرحت اشتیاق



تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

روحیل رضوان عرف پیلو سے ہم بھائی بہن کی دشمنی قدیم تھی۔ ایک شخص کا ہر وقت نام لے لے کر اور ہمہ وقت اس کی مثالیں دے دے کر آپ کو چڑایا جائے تو بندہ دشمنی نہ پالے تو کیا دوستی پالے؟ اور مثالیں بھی کس کی اس پیلو کی؟ پورا کا پورا ماما ز بوائے۔

وہ تو لگتا تھا نہاتا، کھاتا اور سوتا بھی اپنی ممی سے پوچھ کر تھا۔ کم از کم مجھے اور بلال کو تو اس عجوبے جیسا بننے کا ہرگز کوئی شوق نہ تھا مگر کیا کیجئے کہ ہماری امی اور بھائی میاں کا وہ ہمیشہ سے فیورٹ رہا ہے۔ پتا نہیں ان دونوں کو اس منحچو سے اس قدر عشق کیوں تھا۔ بچپن سے اس کی تعریفیں اور اس جیسا بننے کی نصیحتیں سنتے سنتے ہم بھائی بہن کے کان پک چکے ہیں۔ یہ ہمارا دائیں طرف والا برابر کا مکان پیلو صاحب کا تھا سو ان کے ہر کارنامے کی اطلاع ان کی شوباز ممی کی زبانی ہماری والدہ ماجدہ تک بروقت اور سب سے پہلے پہنچا کرتی تھی۔

''پیلو کلاس میں فرسٹ آیا ہے، اس نے اسکول میں ٹاپ کیا ہے۔'' چلو جی شامت ہماری آ گئی۔ اب اگر سب بچے فرسٹ آنے لگیں گے تو 10th، 11th، 12th، 13th رینک کن بچوں کا آئے گا؟ اور کلاس میں پہلی پوزیشن لے لینا کیا ذہانت کی علامت ہوتا ہے؟ ہر وقت کتابوں میں سر دیے کر اور رٹے مار مار کر تو کوئی بھی فرسٹ آ سکتا ہے۔ وہ نہ ہمارا کلاس فیلو کبھی رہا تھا اور نہ ہمارا اسکول بھی کبھی ایک رہا تھا۔ وہ ہم سے دو کلاسز سینئر تھا مگر اس کی مثالیں دیئے جانا اور اس جیسا بننے کی نصیحتیں کیے جانا جیسے امی اور بھائی میاں کا پسندیدہ مشغلہ بن چکا تھا۔ ان سب باتوں سے ہمیں کوئی پرابلم نہ ہوتی اگر ہماری امی اور بڑے بھائی صاحب اس گھونچو کی مثالیں دے دے کر ہمیں چڑایا نہ کرتے۔ جب سے انجینئرنگ یونیورسٹی میں پہنچا تھا اس کی اماں نے اسے پیلو کے بجائے روحیل کہنا شروع کر دیا تھا مگر اس کا کیا کیجئے کہ قرب و جوار میں وہ پیلو کے نام سے اس قدر شہرت پا چکا تھا کہ اب اس کے اپنے گھر والوں کے سوا ہر والے سب اس کو پیلو ہی کے نام سے جانا کرتے تھے۔ خاص کر اس کے رشتے دار اور پڑوسی۔ پچھلے دنوں تو مزے کی سچویشن ہوئی تھی جب ان کے گھر کی تزئین و آرائش کا کچھ کام ہو رہا تھا۔ ٹھیکیدار ان کا پرانا جاننے والا تھا اور اس سے سن کر تمام مزدور اسے بڑے احترام سے پیلو صاحب کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ ایک بار تو چھت پہ واک کرتے میری اور بلال کی ہنسی چھوٹ گئی جب ان کے گیٹ پر کارپنٹر نے بیل بجا کر اس کی چھوٹی بہن سے کہا۔

''پیلو صاحب ہیں؟''

اس نام پہ پیلو کی شکل دیکھنے والی تھی۔ صاف نظر آتا تھا اپنی اماں کے بچپن کے رکھے اس مشہورِ زمانہ اور زبانِ زدِ عام نام سے وہ کس قدر چڑتا ہے۔ تب سے تو ہم بھائی بہن نے جیسے ضد باندھ لی تھی۔ اس سے جب ملاقات ہوتی اسے پیلو ہی کے نام سے مخاطب کرتے۔

ہماری امی کو حفظ مراتب کا بڑا خیال رہتا ہے۔ سو اس کی دو سال کی بڑائی کے احترام کے پیشِ نظر ہم اسے پیلو بھائی کہا کرتے تھے اور اندر

ہی اندر اس نام پر وہ جس طرح پیچ و تاب کھاتا تھا اتنا ہی اسے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا پٹپٹا کر دیکھا کرتے تھے۔ ویسے سچ بات ہے ہماری اس سے دشمنی اور خار سے وہ لاعلم تھا۔

ہم اس سے کس قدر چڑتے بلکہ خار کھاتے ہیں یہ اس کے فرشتوں کو بھی پتا نہ ہوگا۔ میں اور بلال جڑواں بھائی بہن ہیں۔ ہمیشہ سے ایک ہی اسکول، ایک ہی کلاس اور مشترکہ دوست۔ شرارتیں اور ہنگامے کیا ہماری تو لڑائیاں بھی مشترکہ ہوا کرتی تھیں۔ اگر کسی سے میری لڑائی ہوگئی ہے تو بلال کی اس سے خود بخود لڑائی ہو جائے گی۔ جویریہ جواد اور بلال جواد ہم ایک ٹیم تھے۔ ہمارا ایکا، ہمارا اتحاد مثالی تھا مگر ہمارے اس اتحاد اس یگانگت کے سب سے بڑے دشمن ہمارے اپنے ہی گھر میں موجود تھے یعنی ہمارے بھائی میاں۔ ہمارے آٹھ سال بڑے بھائی جنہیں اپنے ان معصوم چھوٹے بھائی، بہن سے دنیا زمانے کی تمام شکایتیں تھیں۔

میں بلال اور اس کے دوستوں کے ساتھ رہ رہ کر آوارہ لڑکوں والی زبان بولتی ہوں، جو طور طریقے، سبھاؤ، نزاکت میری عمر کی لڑکیوں میں ہونی چاہیے وہ مجھ میں مفقود ہے، بلال میرے اور میری سہیلیوں کے درمیان گھس گھس کر بیٹھتا ہے لڑکیوں میں بیٹھ بیٹھ کر اس میں زنانہ پن آجائے گا۔ ہر وقت کا ہنگامہ اور دھما چوکڑی مچائے رکھنے کے سبب ہم دونوں اپنی پڑھائی سے لاپرواہ رہتے ہیں جبکہ یہ ہمارا ایف ایس سی پری انجینئرنگ کا دوسرا سال ہے، ہمارے کیریئر کا اہم ترین سال۔ مگر ہم دونوں زندگی کے کسی بھی معاملے میں سیریس ہیں ہی نہیں۔ پتا نہیں اٹھارہ سال کی عمر میں وہ ہم دونوں کو کتنا سیریس دیکھنا چاہتے تھے۔ شاید اپنے فیورٹ پیلو کی طرح سیریس جو کئی مہینوں بعد مسکرایا کرتا تھا۔ عجیب افلاطونی، پروفیسرانہ پن بلکہ ہونق پن ہر وقت اس کے چہرے پر چھایا رہتا تھا۔ خود کو نیوٹن یا آئن اسٹائن سمجھتا وہ ہر وقت کائنات کے سربستہ رازوں کی دریافت میں مگن رہا کرتا تھا۔

بچپن میں ہم محلے کے سارے بچے بارش کو انجوائے کرتے اپنی اپنی چھتوں اور لانز میں نہا رہے ہوتے تو وہ اندر اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا آسمان کو ہونق پن سے دیکھتا بارش کے ہونے کی وجوہات تلاش کر رہا ہوتا تھا۔ بارش میں تو وہ ماما زبوائے کبھی بچپن میں بھی نہایا ہی نہیں تھا۔ ممی منع جو کرتی تھیں کہ پیلو کو ٹھنڈ بیٹھ جائے گی، زکام ہو جائے گا۔ بچپن میں ''ممی منع کرتی ہیں۔'' ہر بات پر اس کا تکیہ کلام ہوتا تھا۔ بڑے ہونے پر ''ممی منع کرتی ہیں'' تو ختم ہوگیا تھا مگر افلاطونی ہونق پن اپنی جگہ برقرار تھا۔

دیکھیں اس سے مجھے کوئی پرخاش نہ ہوتی، مجھے اس کے ہونق پن سے بھی کچھ لینا دینا نہ ہوتا اگر ممی اور بھائی میاں مجھے اور بلال کو چوبیس گھنٹے اس جیسا بننے کی نصیحتیں نہ کیا کرتے۔ ایک تو وہ لگتا برا تھا اوپر سے حرکتیں بھی ایسی کرتا کہ بندے کا خون کھول جائے۔ میں اور بلال اچھے خاصے فزکس، کیمسٹری اور میتھس کی ٹیوشن کے لیے کوچنگ سینٹر جا رہے تھے کہ بھائی میاں کو نجانے اچانک ہی کوچنگ سینٹرز کے ماحول اور وہاں کے تعلیمی طریقہ کار سے شکایتیں پیدا ہوگئیں۔

''بھائی میاں! فرسٹ ایئر میں بھی تو ہم لوگ کوچنگ سینٹر ہی گئے تھے۔'' بلال بھائی میاں کے آگے منمنایا تھا۔

ہم دونوں بھائی بہن پر امی، ابا کا اتنا رعب نہ تھا جتنا بھائی میاں کا۔ ہم دونوں کو وہ شیر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ پیٹھ پیچھے ہم انہیں چنگیز خان کہا کرتے تھے۔

''ہاں بہت اچھی پرسنٹیج لائے ہو فرسٹ ایئر میں جو فخریہ اس کا ذکر ہو رہا ہے۔'' B64% گریڈ کوئی برا تو نہیں ہوتا، اچھا خاصا ہی ہوتا ہے جبکہ ہم دونوں ہی کا آگے انجینئرنگ کی طرف جانے کا کوئی ارادہ بھی نہ تھا تو پھر اس پرسنٹیج میں کیا برائی تھی؟ ہاں اس میں برائی ہی برائی تھی اگر اس کا موازنہ 88% مارکس +A گریڈ کے ساتھ کیا جاتا۔ جب پیلو انٹر میں 88% لا سکتا ہے تو ہم دونوں کیوں نہیں؟

ایک تو بڑے پن کا ایسا خوفناک اور خونخوار رعب قائم کر رکھا تھا بھائی میاں نے ورنہ کہہ تو میں بھی سکتی تھی کہ۔

''بھائی میاں! 88% تو آپ کے بھی نہیں آئے تھے۔'' ہاں +A گریڈ ضرور تھا مگر 88% تو نہیں۔ پھر ہم معصوم چھوٹے بھائی بہن ہی پر ستم کیوں؟

''یہ کوچنگ سینٹرز ڈیٹنگ پوائنٹس بن کر رہ گئے ہیں، کوئی پڑھائی وڑھائی نہیں ہوتی اب ان میں۔''

ہم دونوں کو نظر انداز کر کے وہ امی سے مخاطب ہوئے جو ٹی وی پر کوئی کوکنگ شو دیکھ رہی تھیں۔ زلفیں بکھرائے شیف صاحبہ کوئی عجوبہ سے ڈش پکا رہی تھیں۔ ساتھ کوئی کالر بھی تھیں۔

''اچھا میری امی سے بھی بات کریں۔''

''آج آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں۔''

''میری پھوپھی کو (ویو) Wave کر دیں۔''

''ہاں انہوں نے Wave کر دیا تو پھوپھی اماں کی زندگی سنور جائے گی۔''

بلال نے بھائی میاں پر آتا غصہ کوکنگ شو کی شیف اور کالر پر نکالا۔ بھائی میاں کو سنجیدہ موڈ میں دیکھ کر امی نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر توجہ ان پر مبذول کی۔

''روحیل سے ملاقات ہوگئی تو میں اور سنجیدہ ہوا ورنہ تو میں خود بہت دنوں سے یہی دیکھ رہا ہوں کہ دونوں صبح کالج گئے۔ واپس آ کر ہنگامہ، اچھل کود، شام میں کوچنگ سینٹر، وہاں سے آ کے بستے بند رات میں ٹی وی، کمپیوٹر، موبائل، مجال ہے جو دونوں میں سے کسی کو کبھی میں نے رات میں پڑھتے دیکھا ہو۔ روحیل سے آج میری ملاقات ہوئی ان دونوں کی فکر میں ہی کوچنگ سینٹرز کے ماحول اور وہاں کے تعلیمی طریقہ کار پہ بات ہونے لگی تو وہ مجھ سے اتفاق کرتا کہنے لگا۔

''یہ تمام کوچنگ سینٹرز ایک جیسے ہیں۔ اسٹوڈنٹس کو آج جو پڑھا رہے ہیں اس کا Next day ٹیسٹ لیں، تب تو بچہ گھر جا کر پڑھے گا، یہ تو تفریح ہوگئی کہ گئے کلاس لی، لیکچر نوٹ کیا، گھر آ کر سب بند کر کے رکھ دیا۔''

ہمارے خلاف کہیں کوئی بات ہو رہی ہو اور وہاں پیلو نہ ہو ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ بھائی میاں کو کوچنگ سینٹرز کے خلاف بھڑکانے اور ہمارے لیے مصیبت لانے والا ہمارے دیرینہ دشمن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ بڑے ہونے کے بعد سے جب سے وہ پیلو کے نام سے مخاطب کیے جانے کو پسند نہیں کرتا تھا تب سے اپنے فیوریٹ کو بھائی میاں بڑی لگاوٹ اور محبت سے روحیل کہنے لگے تھے۔

شکر تھا امی، ابا اسے آج بھی پیلو ہی کہا کرتے تھے۔ میں تو اس کی شادی ہو جائے، بچے ہو جائیں تب بھی اسے پیلو ہی کہا کروں گی۔

''یہ پیلو کا بچہ!'' بلال نے دانت کچکچائے۔

''بلال جواد اور جویریہ جواد کے خلاف کہیں کوئی سازش ہو اور وہاں پیلو صاحب نہ موجود ہوں ایسا ہو سکتا ہے؟''

بھائی میاں کے اٹھنے کے بعد بلال غصے سے بولا۔

''بجائے احسان مند ہونے کے، شکر گزاری کے بدتمیزی کر رہے ہو۔ وہ اپنی پڑھائی کے اتنے قیمتی وقت میں سے تم لوگوں کے لیے وقت نکالے گا، آج کل کوئی یوں بے لوثی سے کسی کے کام آتا ہے۔'' بلال کو تنبیہی نگاہوں سے دیکھنے اور جھاڑ پلانے کے بعد امی دوبارہ ''خالہ کو Wave کر دیں۔''

''چچی کو پپی بر تھ ڈے بول دیں۔'' سننے لگی تھیں۔

بلال منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔ بری طرح کھول تو میں بھی رہی تھی مگر بلال کی طرح منہ پھلا کر وہاں سے اٹھ نہیں سکتی تھی۔ تمیز اور تہذیب سکھائے جانے کے معاملے میں امی بیٹے اور بیٹی میں بڑا مثالی فرق رکھتی تھیں۔

''یہ نخرے لڑکیوں میں اچھے نہیں لگتے، کل کو اگلے گھر جانا ہے۔ یہاں ماں، باپ، بھائی کی بات برداشت نہیں ہو رہی، وہاں جب بہت کچھ جھیلنا پڑے گا پھر پتا چلے گا۔ تب ماں کی نصیحتیں یاد آئیں گی۔''

اگلے گھر کا خوفناک نقشہ مجھے دن میں کئی کئی بار دکھایا جاتا تھا۔ بلال کی طرح پیر پٹختی میں واک آؤٹ نہ کر سکتی تھی سو سیل فون کی طرف متوجہ ہو گئی۔ بھائی میاں کے خطرناک لیکچر اور شاہی فرمان کے دوران کئی دوستوں کے میسجز آ گئے تھے۔ اب باری باری سب کو reply کر رہی تھی۔ زرمین نے نظم بھیجی تھی اسے کوئی اچھی سی نظم بھیجنی تھی، سعدیہ نے بش پر لطیفہ بھیجا تھا اسے بش، کرزئی یا پھر اوباما پر کوئی لطیفہ بھیجنا تھا اور سدرہ نے دوستی پر فلسفیانہ سا میسج بھیجا تھا اسے کوئی ایسا ہی اعلیٰ پائے کا میسج بھیجنا تھا۔ Inbox میں سہیلیوں کو بھیجنے کے لیے مناسب Messages تلاش کر رہی تھی کہ امی نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر مجھے دوبارہ گھورا۔

''رکھو اس عذاب کو، چوبیس گھنٹے گلے کا ہار بنا رہتا ہے۔ جا کر رات کے کھانے کے لیے سلاد بناؤ۔''

''وہ کال نہیں کرتا تو کیا ہوا، میں کر لوں گی، جلدی کس بات کی ہے، بات ختم ہو گئی تو فون رکھ دوں گی، الگ الگ کال کرنے کے لیے سم کیوں بدلوں؟''

برا ہو اس ایڈ کو بھی ابھی آنا تھا۔ موبائل امی کو عذاب لگتا تھا اور میرے اور بلال کے ہاتھوں میں اسے دیکھ کر تو وہ ہمیشہ چڑتی تھیں۔ میں بغیر چوں چرا کے فوراً صوفے پر سے اٹھ گئی تھی۔ اب اس سے پہلے کہ اگلا ایڈ اٹھلاتی بل کھاتی ماڈل کے ''بس ایک نیا کنکشن چاہیے'' کا آتا، میرا کچن میں گھس جانا ہی بہتر تھا ورنہ امی کے ان بے ہودہ اشتہارات پر آتا سارا غصہ مجھ پر ہی نکلنا تھا۔

سلاد رائتہ بنا کر فارغ ہوئی تو کھانا لگانا، کھانا، برتن سمیٹنا، سب کو چائے بنا کر پلانا ان سارے کاموں میں کافی دیر لگ گئی۔ ابا نے امی کو

ہمیشہ ان کی مدد کے لیے صبح سے رات تک کے لیے ماسی رکھ کر دی تھی جو جھاڑو، پوچھے، ڈسٹنگ وغیرہ کے لیے آنے والی ماسی کے علاوہ ہوتی تھی مگر امی کو پھر بھی اپنی اکلوتی بیٹی کو ماسی بنانے کا ازحد شوق تھا۔ اکثر تو ان مہارانی ثریا صاحبہ کو کھانا اور چائے بھی میں پیش کیا کرتی تھی کہ امی کو ''بے چاری صبح سے کام کر کر کے تھک گئی ہے۔'' کہتے اس پر ترس بہت آتا تھا۔

سب کاموں سے جان چھوٹی تب ہی میں بلال کے کمرے میں آ پائی وہ اپنا غصہ دور کرنے کے لیے نیٹ اور موبائل دونوں پر بیک وقت دوستوں سے چیٹ کر رہا تھا مگر منہ ہنوز پھولا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر بھی اس کے منہ کے زاویے درست نہ ہوئے تھے۔

''مجھے بھرم دکھانے کی نہیں ہو رہی ہے۔ خود تو گھر سے باہر مزے سے دوستوں میں بیٹھ کر آ گئے اب بھی آرام سے چیٹ شیٹ ہو رہی ہے اور میں جب سے کچن میں سڑ رہی ہوں۔ تمہاری طرح اپنا غصہ بھی نہیں نکال سکتی کہ جویریہ جواد نے اگلے گھر جانا ہے۔'' اس کے بگڑے منہ پر میں فوراً بگڑی تھی۔ ''اگلے گھر'' پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔ اس گھسے پٹے لفظ پر اب چڑنے سے بھی زیادہ ہم دونوں ہنسا کرتے تھے۔ اس نے گود میں پڑا Lays کا بڑا والا پیکٹ اور پیپسی کی چھوٹی بوتل میری طرف اچھالی۔ چپس کا پیکٹ آدھا خالی تھا اور پیپسی کی بوتل بھی آدھی خالی تھی۔ اس نے باہر دوستوں کے ساتھ چپس اور پیپسی کھائے تھے اور دونوں چیزیں آدھی میرے لیے بچا کر لے آیا تھا۔ وہ باہر دوستوں میں بیٹھ کر جو کچھ بھی کھاتا چاہے وہ ایک معمولی چیونگم یا ٹافی ہی کیوں نہ ہوتی وہ اس چیونگم کو بھی توڑ کر آدھا کھاتا اور باقی کی آدھی ریپر میں لپیٹ کر میرے لیے لے آتا۔ مجھے اپنے سات منٹ بڑے بھائی پر بے اختیار بہت پیار آیا تھا، دھڑا دھڑ چپس کھاتے میں نے اس کے گلے میں بازو حمائل کر دیے تھے۔

''دور ہٹ کر بیٹھو موٹی! دیکھ رہی ہو میں کتنا امپورٹنٹ کام کر رہا ہوں۔''

اس نے اپنی گود میں رکھے لیپ ٹاپ اور ہاتھ میں پکڑے سیل فون کی جانب اشارہ کیا۔ ہم دونوں میں قدرے صحت مند میں اور بانس کی طرح سوکھا اور لمبا وہ تھا۔ اول میں موٹی تھی نہیں، دوسرے بلال پر اس پل پیار آ رہا تھا اس لیے حسب عادت موٹی کہنے پر بگڑی نہیں بلکہ چپس کا پیکٹ خالی کرتے ہوئے اس سے بولی۔

''بلال! اب کیا ہوگا؟ چنگیز خان تو اپنا فیصلہ سنا چکے۔''

''مجھے لگتا ہے جب ہم دونوں پیدا ہوئے تھے بھائی میاں نے اسی دن عہد کر لیا تھا کہ انہیں گینز بک میں دنیا کے سب سے ظالم بڑے بھائی کی حیثیت میں اپنا نام درج کروانا ہے۔'' وہ کھٹ کھٹ Keys پریس کرتا بولا۔

''میں تمہیں بتا رہی ہوں میں نے اس پپلو کے بچے سے نہیں پڑھنا، اب ہمارے اوپر اتنا برا وقت آ گیا ہے کہ ہمیں پپلو سے پڑھنا پڑے گا۔''

میں نے اٹھ کر چپس کا خالی ریپر کھڑکی سے اچھال کر پپلو کی بالکونی میں پھینکا۔ بلال کے کمرے کے عین سامنے والا کمرہ اس منحوس کا تھا اور میں اکثر مختلف کھانے پینے کی چیزوں کے خالی ریپرز اس کی بالکونی میں اچھال دیا کرتی تھی۔

''اچھا خاصا ہم کوچنگ سینٹر جا رہے ہیں۔ پاس ہونے کے لیے، اچھے مارکس لانے کے لیے جتنا پڑھنا چاہیے پڑھ ہی رہے ہیں پھر خدا جانے بھائی میاں پر یہ ہمیں پپلو جیسا بنانے کا کیا جنون سوار ہوا ہے؟''

''اس منحوس کو بھی تو دیکھو، خدمتِ خلق کا اتنا شوق ہے کہیں اور جائے، جن پہ احسان کیا جا رہا ہے وہ احسان اٹھانے کے لیے تیار بھی تو ہوں۔''

بلال اس نئے ایشو پر بلاشبہ مجھ سے زیادہ غصے میں تھا۔

''صبح بتاتا ہوں اس عبدالستار ایدھی کے سچے جانشین کو۔''

صبح پیلو کی گاڑی کے تمام ٹائر پنکچر تھے، اب پیلو صاحب یونیورسٹی جائیں تو کیسے جائیں؟ بلال میرے اٹھنے سے بھی پہلے یہ کارروائی کر کے آ چکا تھا۔ کارروائی کر کے آنے کے بعد اس نے مجھے اٹھایا تھا۔ ہم دونوں کالج کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ صبح جاتے ہوئے بلال کو ابا اور مجھے بھائی میاں کالج ڈراپ کر دیا کرتے تھے کہ ہمارے کالجز ان کے دفاتر کے راستے میں پڑتے تھے۔ واپسی میں بلال بس سے آ جاتا تھا جبکہ میں نے واپسی کے لیے وین لگوائی ہوئی تھی۔ ہم لوگ اپنے گیٹ سے نکل رہے تھے اور برابر والے گیٹ سے......

''ممی! اب میں یونیورسٹی ٹائم پر کیسے پہنچوں گا۔''

''بس میں جاؤں گا تو میری کلاس مس ہو جائے گی۔''

''بس میں مت جاؤ بیٹا! آج گرمی بھی بہت ہے، رکشہ پہ چلے جاؤ۔'' کی پیلو اور اس کی مما کی آوازیں آ رہی تھیں۔

''ہاں بس میں وہ نازک حسینہ کہاں بیٹھ سکیں گی۔'' بلال بڑبڑایا۔ گیٹ سے باہر نکل کر ہم لوگوں کی پیلو اور ان کی اماں سے ملاقات ہو گئی تھی۔ صبح صبح اس ہونق کو دیکھ لیا تھا پتا نہیں اب سارا دن کیسا گزرنا تھا۔

اس کی گاڑی کی پتا سن کر بھائی میاں نے جھٹ اسے اس کی یونیورسٹی ڈراپ کرنے کی آفر کی تھی۔ اس آفر کو قبول کرتا وہ ہماری گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ جتنی دیر وہ گاڑی میں بیٹھا رہا میں منہ سے خاموش بیٹھی رہی۔ بھائی میاں کی اس سے لگاوٹ بھری باتوں پر اندر ہی اندر کھولتی رہی، ہم سے بات کرتے کیسے انگارے چباتے ہیں اور اس منحوس سے بات کرتے کیسا شہد ٹپک رہا ہے ایک ایک لفظ سے۔

''تم دونوں کی تو کوئی کارستانی نہیں ہے نا روحیل کی گاڑی کے پیچھے؟''

اسے یونیورسٹی ڈراپ کرنے کے بعد بھائی میاں مجھ سے بولے۔ یہاں تو چلو ہماری کارستانی تھی مگر جہاں ہم نے کچھ نہ کیا ہوتا بھائی میاں تو وہاں بھی ہم دونوں ہی پر شک کیا کرتے تھے۔

''بھائی میاں! آپ نے مجھے اور بلال کو کیا پاکستان سمجھ کر ٹریٹ کرنا شروع کر دیا ہے؟ دنیا میں جہاں کہیں بھی کچھ ہوا ہو، ہم ہی نے کیا ہوتا ہے۔ اب آپ یہ مت کہہ دیجیے گا کہ اجمل قصاب میرا اور بلال کا مشترکہ دوست ہے، بش پر جوتا پھینکنے والا عراقی صحافی ہمارا واقف کار تھا اور پرناب مکھرجی اپنی کال سے بلال اور میرے کہنے پر مکر گیا تھا۔ ٹھیک ہے بش، کرزئی، اوباما ان سب سے ہماری دعا سلام ہے مگر یہ بھی کیا کہ دنیا میں جہاں کہیں کچھ ہو آپ فٹ سے الزام اپنے معصوم چھوٹے بھائی بہن کے سر ڈال دیں۔''

میری طویل تقریر بے مثال تھی مگر بھائی میاں اس سے ذرا متاثر نہ ہوئے تھے۔

''خوب سمجھتا ہوں میں تم دونوں کی معصومیت کو۔ جب تم دونوں کے چہرے پر ضرورت سے زیادہ معصومیت آجائے تو سمجھ جاؤ کوئی نئی شرارت بلکہ بدتمیزی تشکیل پا رہی ہے۔'' انہوں نے گاڑی میرے کالج کی سڑک پر ڈالی۔

''خیر...... آج شام سے روحیل تم دونوں کو پڑھانے آ رہا ہے۔ کوئی شکایت نہ سنوں میں تم دونوں کی۔''

سارے فساد کی جڑ یہی بات تو تھی کہ وہ منحوس آ کیوں رہا تھا، اسے کس نے کہا تھا اس خدمتِ خلق کے لیے۔

آج کے خود غرض دور میں جبکہ سب کو اپنی اپنی پڑی ہے کوئی کسی کے لیے یوں اپنا وقت برباد نہیں کرتا۔ تم دونوں کو روحیل کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ میں نے تو اس سے یونہی تم دونوں کی اسٹڈیز کی طرف سے اپنی فکر اور کوچنگ سینٹرز کی پڑھائی پر عدم اطمینان کا اظہار کیا تھا اور اس نے انتہائی خلوص سے تم دونوں کو روز شام میں کچھ وقت پڑھا دینے کی پیش کش کر دی تھی۔ اس کی اپنی انتہائی مشکل پڑھائی، اتنا ٹف شیڈول پھر یہ آفر۔ میں تو اس کے خلوص پر حیران رہ گیا تھا۔ اس زمانے میں ایسے مخلص لوگ اب ہیں کہاں؟''

امی ہی کی طرح بھائی میاں نے بھی احسان کی گٹھڑی اٹھا کر ہم دونوں کے سر پر رکھنے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے ہم دونوں پر جتنا رعب ڈال رکھا تھا، ایسے میں کسی اور معاملے پر تو میں بول بھی سکتی تھی، پڑھائی کے معاملے میں ہرگز نہیں۔ بھائی میاں کا بس نہ چلتا تھا ہم دونوں کو پڑھا پڑھا کر پیلو جیسا ہی ہونق بنا دیں۔ بھائی میاں کے سامنے تو دال گلتی نہ تھی مگر کالج سے گھر واپسی کے بعد دوپہر کا کھانا کھاتے میں نے امی سے بڑی سنجیدگی سے بھائی میاں کی شادی کی بات کی تھی۔ بھائی میاں کی شادی ہو جائے تو کچھ تو ان کی توجہ ہم دونوں چھوٹے بھائی بہن پر سے ہٹے گی۔ اچھی خاصی جاب کر رہے تھے، اچھی سیلری، سیٹلڈ لائف پھر شادی میں کیا مضائقہ تھا؟

''میرا تو کب سے ارمان ہے مگر وہ راضی بھی تو ہو نا۔ جب شادی کی بات کرو منع کر دیتا ہے۔ بھئی یا اپنی پسند بتا دو یا ہماری پسند سے شادی کر لو مگر نہیں ابھی چند سال شادی کرنی ہی نہیں ہے۔ بیچلر لائف کے مزے لینے ہیں، عجیب نرالی منطق ہے۔''

''آپ سارے زمانے کی شادیاں کراتی ہیں اپنے بیٹے کی نہیں کرا پا رہیں امی! سو سیڈ۔''

بلال اسی وقت کالج سے آیا تھا اور وہ بغیر یونیفارم بدلے، بغیر منہ ہاتھ دھوئے کھانے کی میز پر بیٹھ گیا تھا۔

''ماں! پیاری ماں روٹی کھلا دے ماں، تیرا لال بھوکا پیاسا گھر آیا ہے، یوں گھور کر نہ دیکھ ماں، پیار سے دیکھ اپنے لال کو۔''

امی نے ابھی صرف اسے گھورا ہی تھا، منہ سے کچھ کہا نہ تھا کہ وہ فلمی ٹون میں جھٹ بولا بلکہ پلیٹ میں خوب سارے مٹر قیمے کا سالن ڈال کے وہ کھانا شروع کر چکا تھا۔ بلال کی اپنی لن ترانیاں تھیں مگر میں تو امی سے سنجیدگی سے بھائی میاں کی شادی کی بات کر رہی تھی۔ ہم دونوں پر انہوں نے جتنی توجہ مرکوز کر رکھی تھی اس کے خاتمے کا سبب شادی ہی بن سکتی تھی۔ خالہ امی بڑی پھوپھو سے جب ملاقات ہوتی شادی کے بعد اپنے بیٹوں کے بدل جانے، زن مرید، بیوی کا غلام، ماں باپ بھائی بہن کو پوچھتا تک نہیں کے قصے سننے کو ملا کرتے تھے۔

ہم بھائی بہن تینوں بڑے ہو چکے تھے، امی کی گھر پہ اب اتنی زیادہ مصروفیات نہ تھیں لہٰذا گزشتہ چند سالوں سے انہوں نے فی سبیل اللہ رشتے کرانے کا کام شروع کر رکھا تھا۔ ان کا حلقۂ احباب تھا بھی وسیع۔ اپنے جاننے والوں اور جاننے والوں کے جاننے والوں کے ہاں وہ اب تک

کئی کامیاب شادیاں کرا چکی تھیں۔

''امی! ابا سے کہیں نا، وہ بھائی میاں سے کہیں گے۔ مجھے بڑا شوق ہے لڑکے والا بن کے لڑکیوں کے گھر جانے کا، خوب اچھا سارا ریفریشمنٹ، وی آئی پی ٹریٹمنٹ۔''

''اللہ نہ کرے جو میں گھر گھر لڑکیاں جھانکتی پھروں، لوگوں کے دل دکھاؤں بددعائیں سمیٹوں۔ شعیب نے اپنی پسند بتا دی تو بہت اچھا ہے ورنہ جاننے والوں میں سے کسی لڑکی کا انتخاب کروں گی۔''

امی میری بات کے جواب میں قدرے سنجیدگی سے بولیں۔

''کیوں امی! آپ کو آنٹی حسن آراء کی طرح لمبی، گوری، دبلی پتلی، پڑھی لکھی، کم عمر، امیر بہو نہیں چاہیے؟''

بلال نے چاول اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے امی کو چھیڑا۔ امی یہ کام گھر پہ ہی کرتی تھیں، انہوں نے ہمارے گھر کے گراؤنڈ فلور پر ایک بڑے سے کمرے کو باقاعدہ اپنے آفس جیسی شکل دے رکھی تھی۔ وہ کسی سے لیتی کچھ نہ تھیں مگر ان کا رشتے کرانے کا سارا کام بڑا منظم طور طریقے سے ہوتا تھا۔

آنٹی حسن آرا کا قصہ بھی اپنی جگہ خوب مزے دار تھا۔ وہ چھوٹی خالہ کی نند کی خاص سہیلی تھیں۔ بقول امی کے جیسی چھوٹی خالہ کی نند تھیں ویسی ہی شاندار ان کی سہیلی تھیں۔ ان کے چار بیٹے تھے، بیٹے اور وہ بھی چار۔ پہلے تو وہ اسی بات پر زمین پر پاؤں نہ رکھتی تھیں پھر سارے بیٹے اچھا پڑھ لکھ بھی گئے تھے، بڑے دو کی جاب بھی اچھی جگہوں پر ہو گئی تھیں، غرور کا بہت سامان تھا ان کے پاس۔ انہیں اپنے سب سے بڑے بیٹے کے لیے جو خیر سے ایم بی اے تھا، بینک میں جاب کر رہا تھا لڑکی کی تلاش تھی۔ پچھلے دو سالوں سے وہ لڑکیاں دیکھ رہی تھیں اور کوئی لڑکی ان کی بہو بننے کے معیار پر پوری نہ اتر پا رہی تھی۔ چھوٹی خالہ کی نند انہیں امی کے پاس لے آئی تھیں کہ شاید ان کی مطلوبہ خوبیوں کی حامل لڑکی امی انہیں تلاش کر کے دے سکیں۔ امی نے تو وہ خصوصیات سن کر ان کے چلے جانے کے بعد اگلے کئی گھنٹے انہیں غائبانہ باتیں سنائی تھیں۔ اگر وہ چھوٹی خالہ کی نند کے حوالے سے اور ان کے ساتھ نہ آئی ہوتیں تو امی نے انہیں ان کے منہ پر خوب ٹھیک ٹھاک سنانا تھیں۔

آنٹی حسن آرا کی ہونے والی بہو میں کیا کیا خصوصیات ہونی چاہئیں۔ آپ بھی سن لیں۔

بے تحاشا گوری، بہت لمبے گھنے بال، دبلی پتلی نازک، ساڑھے پانچ فٹ سے کچھ نکلتا قد، عمر بیس اکیس سال سے زیادہ نہ ہو، تعلیم کم از کم ماسٹرز ہو۔ کسی اونچے اسٹیٹس والے سائنس کے Subject میں کوئی پروفیشنل ڈگری ہو تو بہت ہی اچھا ہے، گھر اچھے علاقے میں ہو، ابا، بھائی اچھی پوسٹوں پر ہوں، سگھڑ ہو، پاکستانی کھانوں کے ساتھ چائنیز، تھائی، جاپانی کھانے بنانا بھی جانتی ہو، اضافی خوبیاں جو انہیں چاہیے تھیں وہ یہ تھیں کہ دبلی پتلی نازک تو ہو ساتھ ہی اس کے شادی کے بعد میں موٹا ہونے کا کوئی امکان نہ ہو، اس کے لیے لڑکی کی ماں اور شادی شدہ بہنوں کا بغور جائزہ لیا جانا تھا۔

دوسری اضافی شرط یہ تھی کہ لڑکی کسی کونوینٹ اسکول کی پڑھی ہوئی ہو، شاندار انگریزی بولتی ہو، انگریزی میں گٹ پٹ کرے گی تب ہی تو

ان کے آفیسر بیٹے کے ساتھ چلتی اچھی لگے گی۔

''بس بہن! زیادہ کوئی فرمائش نہیں میری، زیادہ نہیں چاہتی میں سیدھی سادی سی عورت ہوں، سیدھی سادی ہی سی بہو اپنے گھر کے لیے لانا چاہتی ہوں۔''

امی ان کی شرائط پر اتنا خار میں نہ آئی تھیں جتنا اس ''سیدھی سادی'' عورت اور ''زیادہ کوئی فرمائشیں نہیں'' پر آئی تھیں۔ یوں امی کسی کی شکل صورت کو کچھ کہتی نہ تھیں مگر ان کے جانے کے بعد امی نے ان کو برا بھلا کہتے کافی کچھ کہا تھا۔

''خود کو کبھی آئینے میں نہیں دیکھتیں، ماں باپ نے نام حسن آرا رکھ دیا حسن چاہے کہیں دکھائی نہ دے، نام حسن آرا۔''

بہر حال کچھ بھی ہو آنٹی حسن آرا نے ہمارے گھر میں ہم بہن بھائیوں کے لیے اچھی خاصی تفریح کا سامان پیدا کر دیا تھا۔ ہمارے وقتاً فوقتاً ہونے والے اس ہنسی مذاق پر بھائی میاں جیسے جلا دتک مسکرا دیا کرتے تھے۔ آنٹی حسن آرا کی ایک مشہور زمانہ ڈائری بھی تھی جس میں وہ رشتے کرانے والیوں سے حاصل کردہ مختلف لڑکیوں کے گھروں کے فون نمبرز نوٹ کیا کرتی تھیں۔ ہر فون نمبر کے ساتھ اس لڑکی کی چیدہ چیدہ خصوصیات بھی لکھی ہوتیں، جن لڑکیوں کے گھروں پر وہ ہو آتیں اور لازمی بات ہے لڑکی کو ناپسند بھی کر آتیں اس فون نمبر کو سرخ قلم سے کاٹ دیتیں۔ ان دو سالوں کی پیہم جدوجہد اور مشقت کے نتیجے میں ان کی ڈائری تقریباً بھر چکی تھی۔ آدھی سے زیادہ سرخ روشنائی سے قلم زدہ ہوئی اور باقی بچی ان کی توجہ کی منتظر۔ درجن بھر لڑکیاں تو اب تک امی بھی انہیں بتا چکی تھیں مگر کوئی ان کے مطلوبہ معیار پر پوری نہ اتر رہی تھی۔ بلال نے آنٹی حسن آرا کا قصہ شروع کر دیا تھا اور میری بات بیچ میں ہی رہ گئی تھی۔ بھائی میاں کی شادی کی بات اب کسی اور وقت امی سے اکیلے ہی میں ہو سکتی تھی۔



''چلیے جناب! وہ ماماز بوائے ہمیں پڑھانے کے لیے تشریف لا چکے ہیں۔''

بلال نے آ کر مجھے اطلاع دی، میں اس وقت موبائل پر F.M سنتی ذرا کمر ٹکا کر ستا رہی تھی۔ ابھی ابھی تو ہم دونوں کوچنگ سینٹر سے واپس آئے تھے۔ بلال دانت پیس رہا تھا، مٹھیاں بھینچتے وہ کافی غصے میں تھا۔

''بری بات ہے بلال! اس طرح نہیں کہتے۔ اس بے لوث خدمت پر ہمیں محترم پپلو صاحب کا مشکور اور احسان مند ہونا چاہیے۔ اس خود غرض زمانے میں اب ایسے لوگ ملتے کہاں ہیں؟''

میں نے کچھ امی اور کچھ بھائی میاں کا لہجہ و الفاظ مستعار لے کر طنزیہ انداز میں اپنی بھڑاس نکالی۔ کوچنگ سینٹر سے آنے کے بعد کا ہمارا یہ وقت اپنے اپنے انداز میں ریلیکس کرنے کا ہوتا تھا، بلال عموماً اپنے دوستوں کی طرف نکل جاتا تھا جبکہ میں ٹی وی یا کمپیوٹر سنبھال لیتی تھی۔ پر ہمارے ریلیکس کرنے کا یہ ٹائم اس منحوس سے برداشت نہ ہو سکا تھا۔

بچپن سے ہی وہ ہماری ہر تفریح، ہر خوشی کا دشمن ہو رہا تھا۔ چاہے اپنے ہونق پن کی وجہ سے کرتا انجانے میں تھا مگر بچپن میں بھی اس احمق کی وجہ سے میں نے اور بلال نے بھائی میاں سے بہت ڈانٹیں کھائی تھیں۔ اپنے چغد پنے کی وجہ سے وہ وہ بات جو ہم محلے کے بچوں نے اپنے اپنے گھر

والوں سے چھپا کر کی ہوتی تھی بیچ چوراہے میں اس کا بھانڈا بھائی میاں کے آگے ہی پھوڑا کرتا تھا، خودتو کبھی کسی تفریح ہنگامے میں حصہ نہ لیتا تھا مگر ہمارے مزے کا بھی سارا مزہ بھائی میاں کے آگے ساری داستان بیان کر کے کرکرا کر کے رکھ دیا کرتا تھا۔

If you obey all the rules you miss all the fun ہمارا موٹو تھا اور اس آئن اسٹائن کے جانشین کا Fun سے لینا دینا کیا تھا۔ وہ تو ٹائم ٹیبل کے حساب سے گھڑی ملا کر ہر کام کرتا تھا۔ بھوک لگی ہے یا نہیں، وقت ہو گیا تو کھانا کھالو، نیند آرہی ہے یا نہیں ٹائم ہو گیا ہے تو سو جاؤ۔ بلال تو چڑ کر کبھی کبھی اسے مسٹر ٹائم ٹیبل کہا کرتا تھا۔ اب ایک مرتبہ اس نے پھر ہمارے مزے کا مزا کرکرا کرنے والی اپنی پرانی حرکت دہرائی تھی۔ بھائی میاں سے کوچنگ سینٹرز کے خلاف زہر اگل کے اور پھر ہمیں خود بنفسِ نفیس آکر پڑھانے کی اپنی خدمات پیش کر کے۔ منحوس وقت کا بھی اس قدر پابند تھا کہ گھڑی ملالو۔

''اس خبیث کو اس خدمتِ خلق کا ایسا مزہ چکھاؤں گی۔ ایک ہفتے میں نہ بھگادوں تو میرا نام جویریہ جواد نہیں۔''

میں نے شدید طیش کے عالم میں منہ پر ہاتھ پھیرا۔

ہم دونوں اسٹڈی میں آ گئے جہاں وہ رائٹنگ ٹیبل کے آگے ہم دونوں کا منتظر بیٹھا تھا۔ بلال سے اس کی ملاقات ہو چکی تھی، اسے یہاں لا کر بٹھایا ہی بلال نے تھا جبکہ مجھ سے اب ملاقات ہو رہی تھی۔ میں بغیر سلام دعا کے خاصی رکھائی سے میز کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''کیسی ہو جویریہ؟ گلاسز آنکھوں پر سیٹ کرتے اس نے مسکرا کر بہت سوبر بنتے ہوئے یوں پوچھا جیسے مجھ سے کئی سال بڑا ہو۔

''اللہ کا شکر ہے پیلو بھائی! آپ کیسے ہیں؟'' اس کے مصنوعی طاری کردہ مدبّر انداز کے جواب میں میں نے بظاہر مسکرا کر کہا۔ پیلو کہے جانے پر اس نے پہلو بدلا مگر اپنی ناگواری چہرے سے ظاہر نہ ہونے دی اور بظاہر مسکراتا فوراً پڑھائی کی بات پر آ گیا۔ وہ اس نام سے چڑتا ہے اپنی یہ چڑ وہ لوگوں پہ ظاہر نہ کرتا تھا۔ پر میرے اور بلال جیسے زیرک و ذہین لوگوں سے یہ چڑ مخفی رہ سکتی تھی؟

''چلو اب بکس نکالو تم دونوں، شعیب بھائی بتا رہے تھے تم دونوں کو آج کل اسٹڈیز میں کافی پرابلمز ہیں۔''

''اب آپ آ گئے ہیں ناں پیلو بھائی! اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

میں نے بظاہر بڑی لگاوٹ سے کہا۔ ہمارا بزرگ اور استاد بننے کی جو ناکام کوشش یہ افلاطون کر رہا تھا اس کوشش کی ایسی کی تیسی تو میں چند دنوں میں کر کے رکھ دوں گی۔ اس کا تو میں نے پکا فیصلہ کیا تھا۔

بلال نے فزکس، کیمسٹری اور میتھس کی کتابیں اس کے سامنے رکھ دی تھیں۔

''ہم ہفتے کے دن بانٹ لیتے ہیں، کس دن فزکس، کس دن میتھس اور کس دن کیمسٹری پڑھیں گے۔ اور ویسے تو خیر میں تم دونوں کو صرف یہی تین Subject پڑھانے آرہا ہوں لیکن اگر کبھی تم لوگوں کو اپنے کمپلسری سبجیکٹس میں بھی کوئی پرابلم ہو تو پوچھ سکتے ہو۔ اس کے علاوہ بھی کبھی کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ سکتے ہو۔'' ہم دونوں نے چہرے پر شکرگزاری کے تاثرات یوں سجائے جیسے اس بے مثال آفر پر تشکر سے سرشار ہو گئے ہوں۔

(ہفتے کے دن بانٹ لیتے ہیں، منحوس کہیں کے، ایک ہفتے بھی اگر اسے میں نے یہاں آنے دیا تو بڑی بات ہے۔) وہ ہمیں بڑی جانفشانی

سے فزکس پڑھانا شروع کر چکا تھا۔

’’Time بھی ایک Dimension (ڈائمنشن) ہے۔‘‘ آئن اسٹائن کے فرمودات بڑی جانفشانی سے وہ ہمیں سمجھا رہا تھا۔

’’پیلو بھائی! آئن اسٹائن نے اپنی پہلی بیوی کو کیوں چھوڑا تھا؟‘‘ فزکس کی موٹی موٹی خطرناک اصطلاحات کے درمیان میرے اس سوال نے پیلو تو پیلو بلال کو بھی ایک پل کے لیے ہکا بکا کر دیا تھا۔ جمائیاں لے لے کر اس کی بک بک سنتے بلال کے چہرے پر یک دم ہی مسکراہٹ بکھری تھی جسے اس نے سر نیچے جھکا کر فوراً ہی کنٹرول کیا تھا۔ قلم روک کر عینک کے پیچھے چھپی زبردستی طاری کردہ بڑے پن والی نگاہوں سے اس نے مجھے بغور دیکھا۔

’’آپ نے ابھی تو کہا تھا پیلو بھائی! کچھ بھی پوچھ سکتے ہیں۔ میں اصل میں آئن اسٹائن کی نفسیاتی کیفیات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں، کوئی تو وجہ ہوگی انسان کی پرسنل لائف میں جو وہ اتنی ہونق پنے کی باتیں کرتا ہوگا۔‘‘

میں نے کمال معصومیت اور سادگی سے پوچھا۔ ہنسی ضبط کرتے بلال کی حالت غیر تھی جبکہ میں انتہا درجہ سنجیدہ۔ ’’ویسے میں نے ایک جگہ پڑھا تھا اس کی پہلی بیوی تیز مزاج اور جھگڑالو ہوگئی تھی اسی وجہ سے تنگ آ کر آئن اسٹائن نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ ویسے مجھے اس بات کی سچائی پر شبہ ہے۔ تیز مزاج نہیں ہوئی تھی وہ بے چاری پاگل ہوگئی ہوگی۔ صحبت کا اثر خیر آپ پڑھائیں...... کیا پڑھا رہے تھے؟‘‘

میں نے معصومیت کے تمام عالمی ریکارڈ توڑتے اسے پھر کتاب، رجسٹر اور کیلکولیٹر کی طرف متوجہ کرایا۔ چہرے پر پھیلتی ناگواری کو چھپاتے اس نے ہمیں پھر پڑھانا شروع کر دیا تھا مگر اس کا ارتکاز میں توڑ چکی تھی۔ وہ کیا بول رہا تھا، کیا پڑھا رہا تھا، کیا سمجھا رہا تھا سب کا خطرناک اور خوفناک تاثر ہوا میں تحلیل ہو چکا تھا۔

رات کھانا کھاتے بھائی میاں ہم دونوں سے ’’ہم نے آج پیلو سے کیا کیا پڑھا؟‘‘ کی روداد سننا چاہ رہے تھے اپنے مخصوص چنگیزی انداز میں۔ اچھی بھلی امی کے ہاتھوں کی مزے دار دہلی والی نہاری اور نان اس خوفناک سوال جواب میں بدمزہ معلوم ہونے لگی تھی۔

’’بھائی میاں! اپنے معصوم بھائی بہن کو کھانا کھانے تو دیں۔‘‘ بلال منمنایا تھا مگر بھائی میاں اس کی منمناہٹ نظرانداز کر کے تفصیل سنتے ہمیں یہ باور کرانا چاہ رہے تھے کہ ہمیں پیلو صاحب سے انتہائی شرافت سے پڑھنا ہے اور روزانہ وہ ہماری پڑھائی کی تفصیلات یونہی پولیس والے تفتیشی انداز میں ہم سے پوچھا کریں گے۔ اسی دوران ابا کے موبائل پر کوئی کال آنے لگی تھی۔

ابا نے نوالہ منہ میں ڈالتے میز پر پاس رکھا موبائل اٹھا کر نمبر دیکھا اور پھر کچھ خوف کچھ بے بسی سے امی کی طرف۔ ان خوفناک نگاہوں ہی سے ہم سمجھ گئے تھے کہ یہ صالح چچا کا فون تھا۔ ابا کے بچپن کے سب سے عزیز دوست جو بہ سلسلۂ روزگار عرصہ دراز سے سعودیہ میں مقیم تھے۔ ان کی فون کالز سے ابا کے ڈرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ بے چارے کال انتہائی فرصت سے کیا کرتے تھے۔ خیر خیریت اور ابتدائی گفتگو کے بعد ان کے یہ پوچھنے پر کہ کیا ہو رہا تھا اگر انہیں یہ تک بتا دیا جائے کہ ہم کہیں جا رہے ہیں یا مصروف ہیں وہ تب بھی بات کیے جاتے، بیچ بیچ میں تسلی دینے کے لیے یہ ضرور کہتے۔

''زیادہ لمبی بات نہیں کریں گے، تم کہیں جا رہے تھے نا۔''

بات تب بھی ہمیشہ ڈیڑھ دو گھنٹہ ہی کیا کرتے۔ کسی وقت شدید مصروفیت کے سبب ابا موبائل پر ان کی کال کو Avoid کرتے، سیل سائیلنٹ پر کر دیتے یا ان کی کال آجانے کے خوف سے پہلے ہی آف کر رکھا ہوتا تو وہ Ptcl پر فون کر ڈالتے اور Ptcl پر آنے والی کال ہمیشہ سیل پہ آنے والی کال سے دگنی لمبائی والی ہوتی تھی۔ بلال اکثر مذاق میں ابا کو اس وقت جب وہ صالح چچا کی کال اٹھانے کو Aviod کر رہے ہوتے کہا کرتا۔

''ابا! اٹھالیں، نہیں تو صالح چچا Ptcl پہ فون کریں گے اور اگر آپ نے اس پر بھی کال ریسیو نہ کی تو وہ گھر آجائیں گے۔''

ابا نے کافی بیلیں ہونے دیں مگر کال تو آخر کار انہیں ریسیو کرنی ہی تھی ورنہ انہیں کھانے کی میز سے اٹھ کے Ptcl پہ آنے والی کال ریسیو کرنے تو جانا ہی پڑتا۔

صالح چچا وہاں تنہا رہ رہے تھے، وہ اپنا اکیلا پن مٹانے کے لیے اتنی لمبی کالز کیا کرتے تھے مگر جسے کال کرتے وہ بے چارا ان کی کال اٹینڈ کرنے کے بعد دنیا کا کوئی کام کرنے کے لائق نہ رہتا تھا۔ وہ دو گھنٹے تک صرف اپنی کہتے تھے اور انتہائی بے تکی کہتے تھے۔

''تم سناؤ کیسے ہو؟''

ابا نے قصداً نوالہ زور زور سے چبایا۔ ہم سب ہنسی دبا رہے تھے چونکہ جانتے تھے نوالے چبانے کی یہ آوازیں صالح چچا پر مطلق اثر نہیں ڈالنے والی، انہیں جتنی لمبی گفتگو کرنی ہے وہ ہر حال میں کریں گے۔ ابا کو بھوک شدت کی لگ رہی تھی۔ آج آفس میں انہوں نے لنچ بھی نہ کیا تھا اور کھانے میں تھی بھی ان کی فیورٹ دلی کی نہاری مگر کھانے اور ان کی راہ میں ظالم سماج تھے صالح چچا۔

''ہاں کھانا کھا رہا ہوں، نہاری بنائی ہے تمہاری بھابھی نے، بھئی تمہاری بھابھی کھانا بناتی ہی اتنا مزے دار ہیں ہاتھ ہی نہیں رکتا۔ لو بات کرو گے بھابھی سے؟''

امی اشاروں سے منع کر رہی تھیں مگر ابا نے صالح چچا کا جواب موصول ہونے سے قبل ہی موبائل امی کو تھما دیا تھا۔ ہم ٹین ایجرز کی زبان میں صالح چچا ''پکاؤ آدمی'' تھے، بندے کا بھیجہ پلپلا کر کے رکھ دیا کرتے تھے۔ ساری گفتگو میں کام کی بات ایک بھی نہیں ہوتی تھی۔ ابا امی کو پھنسا چکے تھے، ہم سب ہنسی ضبط کرتے ابا اور امی کو دیکھ رہے تھے۔ موبائل امی کو تھما کر ابا سکون سے کھانا کھانے لگے تھے اور امی اب صالح چچا سے اپنا بھیجہ پکوا رہی تھیں۔ بھائی میاں مجھ سے اور بلال سے کیے جانے والے اپنے سوالات کو بھلائے اب بتیسی کی نمائش کرتے آواز مدھم رکھتے ہنس رہے تھے۔ ابا نے جس طرح اپنی جان چھڑا کر موبائل امی کو سونپا تھا۔ امی اس سے بری طرح تپ رہی تھیں مزید کسر بھائی میاں کی ہنسی نے پوری کر دی تھی۔

صالح چچا مخاطب کو تو بولنے کا زیادہ موقع دیا نہیں کرتے تھے سو امی ابھی تک صرف ہوں، ہاں، اچھا اور نہیں ہی کر رہی تھیں۔ بھائی میاں کے دانتوں کی نمائش پر انہوں نے پہلے غصے سے ابا کو اور پھر انہیں دیکھا۔

''ہاں شعیب کئی دنوں سے آپ کو یاد کر رہا تھا، کہہ رہا تھا صالح چچا کا اتنے دنوں سے فون نہیں آیا ان سے بات کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ یہ

لیں بات کریں شعیب سے۔''

امی بھی آخر ہماری امی تھیں، انہوں نے اپنے برابر بیٹھے استاد یعنی ابا کا داؤ بھائی میاں پر چلا دیا۔ چلو کوئی تو ہو بھائی میاں کی بھی ٹانگ کھینچنے والا۔ میں نے اور بلال نے مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں اور بلال تو بچوں میں آتے تھے اور فی الحال ہم پانچ افراد کے سوا میز پر اور کوئی موجود نہ تھا۔ سو مرتے کیا نہ کرتے۔ بھائی میاں ہی کو اب دو ڈھائی گھنٹے صالح چچا سے باتیں کرنا سوری، ان کی باتیں سننا تھیں۔ پھر جناب ہم کھانا کھا کے اٹھ چکے تھے اور بھائی میاں موبائل کان سے لگائے، رونے والی شکل بنائے ہوں، ہاں اور اچھا کہتے اپنے سامنے رکھی نہاری اور نانوں کو حسرتوں سے دیکھتے رہے تھے۔

صالح چچا کا مسئلہ یہ تھا کہ انہیں صرف ایک سامع درکار ہوتا تھا وہ ابا ہوں، امی ہوں یا بھائی میاں چنداں فرق نہ پڑتا تھا انہیں۔ وہ اخلاقاً مخاطب کی خیر خیریت پوچھتے مگر جواب سننے کی زحمت گوارا نہ کرتے مثلاً انہوں نے ابا سے بھابھی اور بچوں کی خیریت پوچھی۔

''اور بھابھی، بچے سب ٹھیک ہیں؟''

ابھی ابا بے چارے جواب دینے کے لیے منہ کھول ہی رہے ہوتے کہ وہ اپنی کسی بیماری کا احوال، کسی کولیگ کی برائی یا کسی پڑوسی کا قصہ بیان کرنا شروع کر دیتے۔ ان کا دوست فون پہ بات کر رہا ہے تو اس کے بیوی اور بچے بھی ٹھیک ہی ہوں گے۔ دورانِ گفتگو پھر کچھ خیال آتا کہ دوست سے اس کے بچوں کے بارے میں تو کچھ پوچھا ہی نہیں، تب سوال کرتے۔

''اور شعیب کی جاب ٹھیک چل رہی ہے؟ جویریہ اور بلال کی پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟''

ابا پھر جواب دینے کے لیے منہ کھولتے مگر صالح چچا کا۔

''یزدانی بڑا خبیث آدمی ہے، ویسے میرے ساتھ بیٹھے گا، کھائے گا، پیئے گا اور پیٹھ پیچھے میرے خلاف سازشیں کرے گا۔'' جیسا کوئی تازہ قصہ شروع ہو جاتا۔

سوال پوچھ کے انہوں نے اخلاقی تقاضہ نبھا دیا، جواب انہیں سننے کی ضرورت کیا ہے۔ سب ٹھیک ہی چل رہا ہوگا، بہر حال جو بھی ہو۔ امی کے بھائی میاں کے ساتھ سلوک نے ہم دونوں بھائی بہن کے کلیجوں میں ٹھنڈ ڈال دی تھی۔ ظالم کا گریبان پکڑنے والا کوئی تو تھا۔

☆

''پیلو بھائی! Logarithm کا استعمال سب سے پہلے کس مسلمان Mathematician نے شروع کیا تھا؟''

Log کے ذریعے سوال حل کرتے پیلو نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔

بڑا علامہ بنتا ہے ذرا اس کا جواب تو بتائے۔'' آج جو جو چیزیں اس نے پڑھائی تھیں ان سے متعلق کافی سارے غیر متعلقہ اور مخاطب کو تپا کر رکھ دینے والے سوال اور ان کے جواب جنرل نالج کی ایک بک سے رٹ کر آئی تھی۔ آج میرا ارادہ اس افلاطون کو ان غیر متعلقہ سوالات کے ذریعے چڑانے کا تھا۔

''آپ کو نہیں پتا؟'' اس کی تپی ہوئی شکل کا مزہ لیتے میں نے افسوس سے گردن ہلائی۔

''ابنِ یونس مصری نے، میرا تو یہ ماننا ہے کہ بندہ جو چیز بھی پڑھے یا پڑھائے اس کے متعلق تمام تر معلومات اسے حاصل ہوں۔''

میرا لہجہ اسے مکمل طور پر شرمندہ کرنے والا تھا۔ جواب چونکہ اسے واقعی نہیں معلوم تھا اس لیے چہرے پر کھسیاہٹ اور ناگواری پھیل گئی تھی جسے وہ چھپا رہا تھا۔ آج دن تو کیمسٹری پڑھنے کا تھا، میتھس کا یہ سوال تو اس نے ہمیں ہوم ورک کے طور پر دیا تھا اور چونکہ ہم نے اسے Solve کرنا نہ چاہا تھا لہٰذا کیمسٹری پڑھانے سے پہلے اس نے ہمیں وہ سمجھایا تھا۔ اب وہ بڑی عرق ریزی سے ہمیں کیمسٹری پڑھا رہا تھا۔

''پیلو بھائی! کلورین کس نے دریافت کی تھی؟'' وہ کلورین کا Iron کے ساتھ Reaction سمجھا رہا تھا اور میں نے پھر اس کا ارتکاز توڑا تھا۔

''آپ کو واقعی نہیں پتا پیلو بھائی؟'' بلال نے مصنوعی حیرت کو حقیقی ظاہر کرنے کے چکر میں آنکھیں ضرورت سے زیادہ پھاڑیں۔

''تم بتاؤ جویریہ! یہ جویریہ ہے نا، اسے سب پتا ہوتا ہے پیلو بھائی!''

''سوئیڈن کے کیمیادان شیلے نے۔'' میں نے رٹو طوطے کی طرح فٹ جواب دیا۔ اپنا ارتکاز توڑے جانے پر اس کی کوفت زدہ شکل دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

وہ اپنی کوفت اور ناگواری بمشکل چھپا رہا تھا۔ پھر میں اپنے سوال جواب سے اسے سارا وقت یونہی زچ کرتی رہی۔ اپنے رٹے مارے فضول اور بے تکے سوال اس سے پوچھتی، جن کے جواب اسے ظاہری بات ہے معلوم نہ تھے۔

''انسان نے Iron کا استعمال کب شروع کیا؟''

''نہیں پتا پیلو بھائی؟ 1200 ق م میں۔''

''Oxygen کس زبان کا لفظ ہے؟''

''اف اللہ! یہ بھی نہیں پتا؟ یونانی زبان کا۔''

پڑھائی کا ایک گھنٹہ پورا ہونے تک اس کی شکل دیکھنے والی تھی۔ چہرے پر پھیلی کھسیاہٹ، ناگواری، غصہ جسے وہ ہزار جتن کر کر کے ہم دونوں سے چھپا رہا تھا۔

اس کے چلے جانے کے بعد میں اور بلال ایک دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے کافی دیر تک ہنستے رہے تھے۔ امید تو یہ تھی کہ میری آج کی بدتمیزی کے بعد اب وہ کل سے نہیں آئے گا مگر جناب وہ ڈھیٹ اگلی شام پھر موجود تھا، ہمارا ماسٹر صاحب بنا، چہرے پر مدبرانہ انداز میں گلاسز سیٹ کرتا۔

آج فزکس کا دن تھا اور وہ بغیر ادھر ادھر کی کسی اضافی گفتگو کے فزکس پڑھانا شروع کر چکا تھا۔

''روشنی کی رفتار آواز کی رفتار سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ بات سب سے پہلے البیرونی نے بتائی تھی۔'' روشنی کی رفتار پر بات کرتے اس نے میرے پوچھنے سے قبل خود غیر متعلقہ سوال کا جواب دے دیا۔

''سورج زمین سے 9 کروڑ 30 لاکھ میل کی دوری پر ہے۔''

وہ ایک Numerical میں سورج اور زمین سے متعلق چند گیسوں کا ذکر کرتے فوراً بولا، ساتھ فاتحانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''اچھا تو یہ بات ہے، بچو! ابھی یہ مسکراہٹ کھسیاہٹ میں نہ بدل دوں تو نام بدل دینا۔''

وہ اب ایک اور Numerical حل کرتے کہہ رہا تھا۔

''Milky way یعنی کہکشاں گلیلیو نے دریافت کی تھی۔''

''پیلو بھائی! کیا ہماری کہکشاں کے علاوہ اور بھی کہکشائیں ہیں؟'' میں نے معصومانہ انداز میں پوچھا۔

''ہاں ہزاروں ہیں اور ہر ایک میں لاکھوں ستارے ہیں۔''

''لیکن میں تو ہماری کہکشاں آپی کی بات کر رہی تھی۔'' میں نے دانتوں کی نمائش کرتے اس کی بڑی بہن کا نام لیا۔

''آپ بھی نا پیلو بھائی! اب اگر میں آپ سے پوچھوں ثریا یا پروین کسے کہتے ہیں؟ تو کہیں گے چھ ستاروں کے جھرمٹ کو جبکہ......''

''جبکہ ثریا ہماری اور پروین آپ کی ماسی کو کہتے ہیں۔''

بلال نے میری بات کاٹ کر خود مکمل کر دی۔ ہم دونوں قہقہہ لگا کر یوں ہنس رہے تھے جیسے بہت عظیم مذاق کیا ہو اور وہ پہلو بدلتا اپنا غصہ ضبط کر رہا تھا۔ اس کے رٹا مار کر آئے تمام سوالوں کا میں نے نہ صرف یہ کہ بیڑا غرق کر دیا تھا بلکہ پڑھائی کا سارا ماحول بھی درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔

''تمہیں میٹر کو سینٹی میٹر میں کنورٹ کرنا بھی نہیں آتا جو یہ؟ میں نے Numerical غلط کر کے اس کے سامنے رکھا تھا۔

''یہ تو روزمرہ استعمال کی بات ہے، تم بازار کپڑا خریدنے جاتی ہو تو میٹر کے حساب سے کپڑا نہیں خریدتیں؟'' اس نے مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش کی۔

''اب تو سارا مہنگا کپڑا گز کے حساب سے بکتا ہے پیلو بھائی! یہ میٹر ویٹر تو کب کا لد گیا۔ آپ رابی سینٹر جا کر دیکھ لیں سارا مہنگا اور اچھا کپڑا گز میں بکتا ہے اور آپ کو تو پتا ہی ہے امی ابا مجھے یعنی اپنی اکلوتی بیٹی کو کبھی کوئی سستی چیز دلاتے ہی نہیں ہیں۔''

میں نے فخریہ گردن اکڑائی۔

امی نے ثریا کے ہاتھ پیلو کے لیے چائے اور کٹلٹس بھجوائے تھے۔ اسے دیکھتے ہی میں اور بلال سنجیدہ شکلیں بنا کر بیٹھ گئے تھے۔ شکل بھولی تھی مگر تھی ایک نمبر کی چغل خور یہ ہماری ثریا بیگم۔ خیر سے اپنے بچپن کے دنوں سے ہمارے گھر آ رہی تھیں۔ لگ بھگ بھائی میاں ہی کی عمر کی تھی۔

شادی سے پہلے اپنی اماں کے ساتھ ہمارے گھر آتی تھی اور اب شادی کے بعد بھی ہمارے ہی پاس پورا دن کام کرتی تھی۔ پڑھ پڑھا کر اس امید پر فارغ ہوئے کہ آج جتنا تنگ کیا ہے خیر سے اتنی بدتمیزی کے بعد کل سے پیلو صاحب اپنی خدمتِ خلق سے کان پکڑ کر توبہ کر لیں گے۔

اسٹڈی سے نکل کر لاؤنج میں آئے تو امی اور ثریا ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

''شعیب تو پتا نہیں کب آئے گا، تمہیں جلدی ہے یہ بلال چھوڑ آئے گا تمہیں۔'' 21 ویں گریڈ کی ثریا صاحبہ کو ہماری امی اکثر و بیشتر بذریعہ

کاران کے گھر چھڑوایا کرتی تھیں۔

''نہیں بلال کے ساتھ میں نہیں جا رہی۔ یہ تو لگتا ہے کہیں آگ بجھانے جا رہا ہے۔ میں انکل آ جائیں ان کے ساتھ چلی جاؤں گی۔'' اس نے بلال کی تیز رفتار ڈرائیونگ کو آگ بجھانے کے لیے جاتی فائر بریگیڈ سے تشبیہہ دی تو امی کے ساتھ مجھے بھی ہنسی آ گئی۔ بلال سے اس کی ایک سیکنڈ نہ بنتی تھی۔

''مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تم حسینہ کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھانے کا۔''

ہمارے اس بحث مباحثے کے دوران گیٹ پہ بیل بجی تھی۔ ثریا نے امی کے کہنے پر جا کے گیٹ کھولا۔ واپس آئی تو ساتھ آنٹی حسن آرا تھیں۔ چونکہ چھوٹی خالہ کی نند کا حوالہ تھا اس لیے امی کے آفس کے بجائے وہ انہیں لاؤنج ہی میں لے آئی تھی۔ امی نے بڑے تپاک سے اٹھ کر ان کا خیر مقدم کیا مگر وہ امی کا ہاتھ جھٹکتی غصے میں بھری سامنے والے صوفے پر جا بیٹھیں۔

''کیا ہوا بہن؟'' امی ان کی بد اخلاقی نظر انداز کرتے ہوئے دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''کیسے کیسے بدتمیز لوگوں کے آپ مجھے نمبر دے دیتی ہیں طلعت؟''

انہوں نے امی کو ناراضی سے دیکھا۔ میرے اور بلال کے ساتھ ساتھ ثریا بھی ایک نظر حیران پریشان کھڑی امی کو اور ایک نظر غصے سے بھری آنٹی حسن آرا کو دیکھ رہے تھے۔

''یہ مسز خان جن کا فون نمبر آپ نے مجھے پچھلے مہینے دیا تھا۔ میں پچھلے مہینے ان کے گھر سے آنے کے بعد ڈائری میں ان کا نمبر کاٹنا بھول گی۔ اب نمبر کٹا ہوا نہیں تھا میں سمجھی شاید یہاں اب تک گئی نہیں ہوں، میں نے وہاں پھر فون کر لیا۔'' آنٹی حسن آرا نے دونوں کان پکڑ کر استغفار پڑھی۔

''لڑکی کی ماں، یہ گز بھر کی زبان، توبہ اس قدر بدتمیز، میری آواز اور نام سن کر پہچان گئی کہ میں اس کے گھر جا چکی ہوں، پھر اس میں اتنا لڑنے اور باتیں سنانے کی کوئی بات تھی؟ میں نے یہ سمجھ کر کہ ان سے آج پہلی بار بات ہو رہی ہے اپنے معمول کے سوال دہرائے کہ بھئی۔

''آپ کی بیٹی گوری ہے؟'' فٹ سے بدتمیز، زبان دراز عورت کیا بولتی ہے۔

''افریقن دیکھے ہیں؟ بالکل ویسی ہے میری بیٹی۔ کبھی ملو تو میرے بجائے اوباما کی بیٹی سمجھو گی۔''

آنٹی حسن آرا نے لڑکی کی والدہ مسز خان کے الفاظ دہرائے پھر امی کی طرف دیکھتے مزید بولیں۔

''اس قدر بد اخلاق، بدتمیز عورت۔ میں نے صرف اتنا ہی تو پوچھا تھا کہ کیا آپ کی بیٹی گوری ہے، کوئی گالی تو نہیں دے دی تھی۔ صرف اتنے پر بس نہیں کیا زبان دراز عورت نے، آگے سے کیا سناتی ہے۔

''حسن آرا صاحبہ! گورے رنگ کے بجائے گوری سیرت والی لڑکی تلاش کریں آپ۔''

اپنی مظلومیت بھری داستان پر آنٹی حسن آرا کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر چکی تھیں۔ MBA کیے، شاندار جاب والے بیٹے کی ماں کو کسی لڑکی کی ماں نے باتیں سنا دی تھیں، دکھ سا دکھ تھا۔

''پھر آپ نے کیا کہا آنٹی؟'' بلال نے مزہ لینے والے انداز میں پوچھا۔

''ہر کوئی اپنے بیٹے کے لیے خوبصورت سے خوب صورت لڑکی ڈھونڈتا ہے میں نے ڈھونڈی تو کیا گناہ کیا۔ واہ...... یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی سب خوبصورت بہوئیں لائیں اور مجھے سیرت کی نصیحت کی جائے۔ سیرت کا میں نے کیا کرنا ہے۔''

آنسو بہاتی وہ کیا بول رہی تھیں انہیں خود نہیں پتا تھا۔ ثریا سر جھکائے دانت نکال رہی تھی جبکہ میں اور بلال سنجیدہ چہرے کے ساتھ آنٹی حسن آراء کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔

''بالکل آنٹی! سیرت کا آپ نے کیا اچار ڈالنا ہے۔''

امی نے بلال کو غصے سے گھورا تھا مگر آنٹی حسن آراء رومال سے آنکھیں اور ناک رگڑتی اپنے ہی شاندار فرمودات میں مشغول تھیں۔

''وہ میری جٹھانی، میں نے آپ کو ان سے ملوایا تھا ناں؟''

انہوں نے امی سے تصدیق چاہی پھر امی کے جواب سے پہلے ہی آگے بولیں۔

''کیسی گوری بھولائی ہیں وہ، اور بال یہ گھٹنوں سے بھی نیچے آرہے ہوتے ہیں۔ مانو چودھویں کا چاند، اوپر سے ڈاکٹر اور جہیز کتنا بھر کر لائی ہے۔ انہیں کسی نے کچھ نہ کہا مجھے سب سیرت سیرت کی نصیحتیں کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میرے بھی تو ارمان ہیں گوری بہو کے۔''

آنسو بہاتے انہیں خبر ہی نہیں تھی کہ وہ ہم سب کو ہنسی کا سامان بہم کر رہی ہیں۔ ہم تینوں تو الگ امی تک لب بھینچے اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہی تھیں۔ نجانے کون جی دار خاتون تھیں یہ مسز خان، مجھے پتا تھا امی آنٹی حسن آراء کے جاتے ہی انہیں شاباشی بھرا فون ضرور کریں گی۔ نجانے کن کن دکھے ہوئے دلوں والی ماؤں اور ان کی بیٹیوں کی آہوں کا بدلہ آج انہوں نے آنٹی حسن آراء سے لے لیا تھا۔

مجھے یقین کامل تھا امی نے مسز خان کو ان کی بہادری و جی داری پر بے تحاشا تعریف و ستائش سے نوازنا تھا مسز خان کی بدتمیزی کا قصہ روتے دھوتے سنا لینے کے بعد آنسو صاف کرتی آنٹی حسن آراء کھڑی ہوئیں۔

''دو چار لڑکیاں اور بتائیں۔'' انہوں نے ناراضی بھرے لہجے میں امی سے فرمائش کی۔

''بہت گوری ناں آنٹی؟'' بلال نے پھر مزہ لیا۔

''ہاں، خوب گوری ہو۔'' وہ بلال کے مذاق اڑاتے انداز کو سمجھے بغیر سنجیدگی سے بولیں۔

''بس ایسی لڑکی بتادیں کہ میری جٹھانی دیکھیں تو دیکھتی رہ جائیں۔ ان کے کالے، موٹے بیٹے کو ایسی حور مل سکتی ہے تو میرا بیٹا تو لاکھوں میں ایک ہے۔''

''لیکن آنٹی! رنگ تو وجاہت بھائی کا بھی خاصا سانولا ہے۔''

امی بلال کو مسلسل گھور رہی تھیں۔ بڑوں اور وہ بھی عورتوں کی باتوں میں گھسنے پر۔

''نہیں کوئی ایسا بھی سانولا نہیں وجاہت اور پھر مردوں کی شکل صورت کون دیکھتا ہے۔ بس جلدی سے دو چار خوبصورت اور بہت گوری

لڑکیوں کے گھروں کے فون نمبر زدے دیں۔"

بلال کو قدرے برا ماننے والے انداز میں جواب دے کر فارغ کرنے کے بعد انہوں نے امی سے پھر فرمائش کی۔

"ابھی تو اور لڑکیوں کے نمبر ز نہیں ہیں، آپ چند دنوں بعد کانٹیکٹ کیجئے گا۔"

امی نے انہیں ٹالا، جس رفتار سے وہ دھڑا دھڑ لڑکیوں کو ٹھکراتی آ رہی تھیں اس سے امی کو پہلے بھی ان لڑکیوں اور ان کے گھر والوں کی آہوں اور بد دعاؤں کا خوف لاحق رہا کرتا تھا۔ اب تو شاید ان کا آئندہ آنٹی حسن آراء کو کوئی نمبر دینے کا ارادہ ہی نہ تھا۔ بلال کہیں سے اٹھا کر ریڈ پین لے آیا تھا۔

"آنٹی! یہ پین رکھ لیں، جیسے ہی کسی کو فرسٹ ٹائم فون کریں اسی وقت اس نمبر کو کاٹ دیں تا کہ آئندہ اس طرح کی عزت افزائی سے...... میرا مطلب ہے ایسے بدتمیز لوگوں سے بچ سکیں۔"

آنٹی حسن آراء کے چلے جانے کے بعد بلال کی امی کے ہاتھوں خیر نہیں تھی۔ امی سمیت ہم سب نے مسز خان کے ہاتھوں ان کی عزت افزائی کو کس قدر انجوائے کیا ہے اس سے بے خبر آنٹی حسن آراء ہمارے گھر سے رخصت ہو گئی تھیں۔

☆

بھائی میاں اپنا ویکلی لیکچر مجھے اور بلال کو دے رہے تھے۔ وہی پڑھائی کو سنجیدگی سے لو" پیلو اپنا قیمتی وقت نکال کر جو تم لوگوں کو پڑھانے آ رہا ہے اس کی قدر کرو، اس سے زیادہ سے زیادہ پڑھنے اور سیکھنے کی کوشش کرو۔"

"بھائی میاں! مجھے بھی پتا ہے میں نے پڑھنا ہے۔ پڑھوں گی تو اچھے مارکس آئیں گے۔ میں فرح ڈوگر تو ہوں نہیں کہ سفر کو "تے" کروا کر بھی میڈیکل کالج میں پہنچ سکوں۔"

میں نے جمائی روکتے شدید بوریت کے عالم میں بھائی میاں سے کہا۔

"بھائی میاں! میں ایک بات سوچ رہا تھا۔ یہ اوباما کی بیٹیاں اگر پاکستان میں ہوتیں تب تو بڑے ہونے پر انہیں رشتوں کا بڑا مسئلہ ہو جاتا" بلال نے ایک ہفتے پہلے کا آنٹی حسن آراء کا قصہ پھر سے دہرا کر اس بورنگ لیکچر کا رخ تبدیل کرنا چاہا۔

"یہ فضول باتیں مجھے نہیں سننا۔ میں تم دونوں سے صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ روحیل جو تم دونوں کو پڑھانے آ رہا ہے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھاؤ، اس سے زیادہ سے زیادہ سیکھو۔"

"کیا؟ ہونق پن؟" میں نے کہا تو آہستہ سے تھا مگر بھائی میاں نے سن لیا تھا انہوں نے غصے سے مجھے گھور کر دیکھا تھا۔

"عالم پناہ! میری بہن کی جان بخش دیں، بچی ہے، نادان ہے، جانتی نہیں کہ کس شخصیت کے سامنے کس شخصیت کی شان میں گستاخی کر گئی ہے۔ بجائے مستقبل قریب کے انجینئر روحیل رضوان کے انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق کی قدردان ہونے کے فضول ریمارکس دے رہی ہے یہ اس کے متعلق۔ اب ذرا آپ ہی بتائیں آج کل کے دور میں اب ایسے مخلص اور ہمدرد لوگ کہاں؟"

بھائی میاں کا پروموشن ہوا تھا، سیلری بڑھی تھی، وہ قدرے خوشگوار موڈ میں تھے، ہمیشہ کی طرح انگارے نہیں چبا رہے تھے تب ہی تو بلال نے اتنا کچھ بول دینے کی جرأت کی تھی۔ واقعی موڈ خوشگوار تھا چنگیز خان کا، تب ہی بجائے غصے سے لال پیلے ہونے کے وہ مسکرائے تھے۔

''تم دونوں کے بھلے کو کہتا ہوں، بڑا بھائی ہوں تمہارا، کیا مجھے محبت نہیں ہے تم دونوں سے؟ اگر ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں تو تمہاری بہتری کے لیے۔''

اس اظہارِ محبت پر بلال بے ہوش ہونے کی ایکٹنگ کرتا غش کھا کے کارپٹ پر گر پڑا تھا جبکہ میں نے اس ایکٹنگ کو اوور ایکٹنگ میں بدلتے ''ہائے میرا بھائی'' کہتے اسے زور زور سے جھنجھوڑنا شروع کر دیا تھا۔

''ہائے میرا سات منٹ بڑا جڑواں بھائی! سوکھا سڑا، بانس کی طرح لمبا ہے تو کیا ہوا، ہے تو میرا بھائی۔ میری طرح خوبصورت نہیں، ذہین نہیں تو کیا ہوا، ہے تو میرا بھائی۔''

بلال کو جھنجھوڑتے میری اوور ایکٹنگ جاری تھی۔ بھائی میاں مسکراہٹ لبوں پہ روکتے بظاہر سر جھٹک کر وہاں سے جانے لگے تو بلال فوراً لیٹے لیٹے ہی آنکھیں کھول کے بولا۔

''بھائی میاں! We want treat کسی بھی شاندار ہوٹل میں ہمیں شاندار ڈنر کرا کے لائیں اور آج ہی لائیں۔'' بھائی میاں سر اثبات میں ہلاتے لاؤنج سے چلے گئے تھے۔

''روحیل صاحب آ گئے ہیں۔''

اسی ثریا نے آ کر ہم دونوں کو اطلاع دی۔ جب وہ اپنے بچپن سے ہمارے گھر آ رہی تھی تو ظاہر ہے وہ بھی پیلو سے بچپن ہی سے واقف تھی۔ پہلے وہ بھی اسے ہم لوگوں کی طرح پیلو ہی کہا کرتی تھی مگر اب جب سے پیلو کی اماں نے اسے ایک بار آڑے ہاتھوں لیا تھا اپنے بیٹے کا یہ نام لینے پر تب سے وہ اسے روحیل صاحب کہنے لگی تھی۔ میں نے خود کو ایک ہفتے کا ٹائم دیا تھا اور یہاں تو ایک کیا ڈیڑھ دو ہفتے ہونے کو آ گئے تھے اور وہ منحوس اسی شدّ و مد سے روز اپنے مقررہ وقت پر نازل ہو رہا تھا۔

بلال کچھ کم، میں بہت زیادہ، ہم دونوں روز اسے جی بھر کر ستاتے، تپاتے، غصہ دلاتے، لگتا اب کل سے یہ ہمارے گھر آنے کا نام بھی نہیں لے گا مگر اگلے روز جب دیکھتے وہ لبوں پر ''استادانہ مسکراہٹ'' سجائے اسٹڈی میں ہمارا منتظر بیٹھا ہوتا۔

یہ آئن اسٹائن کا بچہ ہونق ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد ڈھیٹ بھی تھا۔ ہم دونوں اسٹڈی میں اٹھ کر آ گئے تھے۔ میں کوئی بھی اوٹ پٹانگ غیر متعلقہ سوال کر سکتی ہوں اس لیے اب وہ بڑی بھرپور تیاری کے ساتھ آتا تھا۔

وہ ہمیں Transition Elements پڑھا رہا تھا اور ہر دھات کے متعلق کیمیائی زبان کے استعمال کے ساتھ وہ بڑی تفصیل سے کون سی دھات کب دریافت ہوئی، کس کا استعمال کب شروع ہوا بتاتا جا رہا تھا۔ ساتھ فاتحانہ نگاہوں سے مجھے بھی یوں دیکھتا جا رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو فزکس اور کیمسٹری کے ساتھ تمہیں ہسٹری پڑھنے کا بھی بہت شوق ہے ناں، لو پڑھو ہسٹری۔

''پیلو بھائی! آپ نے بڈھا گجر دیکھی لی؟''

ثریا کے ہاتھ کی بنائی چائے کا کپ اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔

''ویسے ہی پوچھ رہی ہوں، اچھی فلم ہے اس لیے۔''

''نہیں میں نے نہیں دیکھی۔'' سنجیدگی سے جواب دیتے وہ پھر تانبے سے متعلق Chemical equations رجسٹر پر لکھنے لگا۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

''پیلو!'' بلال نے بہت لہک کر شعر پڑھا تھا اور اس کا شعر ختم ہوتے ہی میں نے ''پیلو'' کہا تھا۔ اس نے فوراً گھور کر مجھے دیکھا تھا۔

''پیلو میرا مطلب ہے پیلو بھائی! میں آپ کو مخاطب کر رہی تھی۔ آپ سے ایک بات پوچھنے کے لیے۔ میں یہ پوچھ رہی تھی کہ آپ اس شعر کا مطلب سمجھا دیں۔ آپ نے کہا تھا نا ہم دوسرے Subjects کی بات بھی پوچھ سکتے ہیں۔'' سمجھ تو ظاہر ہے وہ سب گیا تھا مگر غصہ ضبط کرتا شعر کا مطلب سمجھانے لگا تھا۔

چڑے گا، ناراض ہوگا، غصہ بھی آئے گا مگر منحوس اپنی خدمتِ خلق سے تائب پھر بھی نہ ہوگا۔ اب تو مجھے شک ہونے لگا تھا کہ کہیں ہمارے گھر میں تیل یا کوئی اور خزانے تو دفن نہیں۔ ہماری بدتمیزیوں کے باوجود اس شدّ ومد سے آنے کے پیچھے کچھ تو تھا۔ کچھ تو تھا جس کی پردہ داری تھی۔

''اچھا اب میں آپ سے جلدی جلدی کچھ سوالات پوچھتا ہوں ان کے جواب دیجئے گا۔

سرہانے میر کے آہستہ بولنا کیوں ضروری تھا؟

ٹہنی پہ کسی شجر کی بلبل کیوں اداس بیٹھا تھا؟

نرگس ہزاروں سال تک کیوں روتی رہی تھی؟

اسد نے لڑکپن میں مجنوں پہ سنگ کیوں اٹھایا تھا؟

عندلیب کو کس کے ساتھ مل کے آہ وزاریاں کرنی تھیں؟

پتا پتا، بوٹا بوٹا کس کا حال جانتا ہے؟

بلال نے نجانے کتنے میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اپنی بات مکمل کی۔

''میرا خیال ہے آج تم لوگوں کا مزید پڑھنے کا موڈ نہیں۔'' جواباً سنجیدگی سے بولتا وہ کتابیں بند کرنے لگا تھا۔

''لیکن ہمارا تو روز ہی پڑھنے کا موڈ نہیں ہوتا۔'' میں نے معصومانہ انداز میں کہا۔

''اب باقی پڑھائی کل کریں گے۔'' وہ کرسی پر سے اٹھنے لگا۔

''آپ کل بھی آئیں گے؟'' بولتے کے ساتھ ہی میں زبان کنٹرول کی۔ ایسے ڈائریکٹلی ہم کبھی اسے کچھ نہیں کہا کرتے تھے۔

''میرا مطلب ہے کل تو سنڈے ہے نا پیلو بھائی!''

"کل سنڈے نہیں، سیٹر ڈے ہے اور ان شاءاللہ میں کل بھی آؤں گا۔ اب تم دونوں بھائی بہن آپس میں نرگس وعندلیب پر غور کرو۔ ہوسکتا ہے نرگس کو فلموں میں اپنی پسند کا رول نہ مل رہا ہو وہ اس لیے رو رہی ہو اور عندلیب آہ وزاری کے لیے شان یا سعود کا انتظار کر رہی ہو اور جہاں تک میرا خیال ہے اسد بچپن سے ہی بری صحبت میں پڑ گیا تھا۔ گلی کے آوارہ لڑکوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا تب ہی تو لوگوں کے پتھر وتھر مارنے لگا تھا اور میر صاحب کو چونکہ بے خوابی کا مرض لاحق تھا بڑی مشکلوں سے انہیں نیند آتی تھی تو ان کی نیند ٹوٹ جانے کے خیال سے ان کے سرہانے آہستہ بولنا ضروری تھا۔"

ہم دونوں ہونق بنے اس کو دیکھ رہے تھے۔

"اور ہاں جویریہ! ہماری بالکونی میں خالی ریپر پھینکتی ہو، پڑوسیوں کے بھی بہت حقوق ہوتے ہیں کبھی تو بھرا ہوا ریپر بھی پھینک دیا کرو۔"

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

وہ شعر سناتا، مجھے شرمندہ کرتا کب کا اسٹڈی سے جا چکا تھا۔ میں اور بلال ہکا بکا ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ باؤلا اتنا باؤلا بھی نہ تھا، وہ ہونق اتنا ہونق بھی نہ تھا۔ ہمیں ہمارے منہ پر کوئی لاجواب کر جائے، کوئی ہمارے سیر کے جواب میں سوا سیر ثابت ہو جائے۔ ایسا کبھی ہوا ہی نہ تھا۔ وہ ماما بوائے ممی کے پردوں سے باہر نکل کر کب اتنا ہوشیار ہوا تھا کہ ہمیں لاجواب کر جائے، ہمیں پڑوس میں رہتے پتا ہی نہیں چلا تھا۔ وہ پیلو کا بچہ اتنا حاضر جواب بھی ہوسکتا تھا کہ ہماری بولتی بند کروا جائے میں اور بلال پیچ وتاب بھی کھا رہے تھے اور شدید حیرت کی لپیٹ میں بھی تھے۔

اس رات میں بلال کے کمرے میں تھی۔ ہم دونوں Walls کی Feast کھاتے پیلو کی آج کی حاضر جوابی ہی کو ڈسکس کر رہے تھے۔ میں عادتاً خالی ریپر اس کی بالکونی کی طرف اچھالتے اچھالتے رک گئی تھی، عین اسی وقت وہ منحوس اپنے کمرے کی کھڑکی میں آکر کھڑا ہوا تھا، موبائل پر غالباً اپنے کسی دوست سے بات کرتا وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بالکل مجھے کب انکار ہے اس بات کی سچائی سے۔ ہم جاتے ہیں وہاں ایک بہانے سے۔ تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے۔"

بولتے بولتے اس کی ہم دونوں پر نظر پڑی تو خوشگوار انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے ہم دونوں کو ہاتھ ہلایا۔ مجھے اس کی ریپر والی بات پہ غصہ تھا اس لیے بغیر ہاتھ ہلائے کھڑکی سے ہٹ گئی جبکہ بلال نے جواباً اسے ہاتھ ہلایا تھا۔ میں بلال کے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئی تھی۔ وہاں سے امی ابا کی باتوں کی آواز آرہی تھی۔

"نجمہ کھل کے تو نہیں بولیں۔" امی نے پیلو کی ممی نجمہ آنٹی کا ذکر کیا۔

"وہ صرف بات میرے کان میں ڈالنا چاہ رہی تھیں، ظاہر ہے ابھی تو پیلو کی انجینئرنگ کے بھی دو سال باقی ہیں اور جویریہ کی پڑھائی ختم ہونے میں بھی چار پانچ سال تو لگیں گے ہی۔"

بلال کس وقت میرے ساتھ وہاں آکر کھڑا ہو گیا تھا مجھے پتا ہی نہیں چلا تھا میں تو ہونق بنی امی کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اچھا لڑکا ہے، ذہین، قابل، گھرانہ بھی ہمارا دیکھا بھالا ہے جب جویریہ کا رشتہ طے کرنے کا وقت آئے گا تو ان شاءاللہ اس کے متعلق

ضرور سوچیں گے۔''

میرا دماغ تو بھک سے اڑ گیا تھا۔ اس پیلو کے بچے کی یہ جرأت! بلال دانت نکالتا اپنے قہقہے کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ امی ابا پر تو بس چل نہیں سکتا تھا سو غصے سے کھولتے میں نے اس کی گردن دبوچ لی۔ طیش کے مارے میرا برا حال تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا جا کر اس منحوس انسان کا سر پھاڑ آؤں۔ بلال میرے ہاتھوں سے اپنی گردن چھڑاتا میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے میرے کمرے میں لے آیا تھا۔

''اگر مستقبل قریب میں یہ رشتہ طے پا گیا تو تم کیا کہلاؤ گی جویریہ؟ مسز پیلو۔'' وہ پیٹ پکڑ کر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوتا بیڈ پر گرا تھا۔ میں کشنز تکیے سب اٹھاتی اسے مارنے کے ارادے سے اس کی طرف لپکی تھی۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے تیار ہوتا سیدھا ہوا مگر زبان بند نہ کی۔

بنا ہے پیلو جویریہ کے لیے ماسٹر صاحب

تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

''تم تو صرف اس سے پڑھنے پر پیچ و تاب کھا رہی تھیں یہاں تو اسے تمہارے سر کا تاج بنایا جا رہا ہے۔ ویسے بھائی میاں اور امی کی بات غلط تھی، وہ بے غرضی سے اور بے مقصد نہیں بلکہ بڑا عظیم مقصد لے کر آتا ہے یہاں۔''

میں نے کئی کشنز دھڑا دھڑ اس کی طرف پھینکے، وہ ادھر سے ادھر بھاگتا میرا ہر وار بچا گیا۔ بلال کے ہنسنے اور مذاق اڑانے پر مجھے مزید طیش آ رہا تھا۔ وہ منحوس اتنے دنوں سے یہاں میری وجہ سے آ رہا تھا۔

اتنی استقامت کا مظاہرہ میرے دل میں گھر کرنے کے لیے کیا جا رہا تھا۔

''تم مسز پیلو بن کر کیسی لگو گی جویریہ؟ یاد رکھنا تم نے کیا عہد کر رکھا ہے یہی کہ اس کی شادی ہو جائے تم تب بھی اسے پیلو ہی کہو گی۔''

ہنس ہنس کر بے حال ہوتا بلال آگے آگے تھا اور غصے سے بھری ہانپتی کانپتی میں اس کے پیچھے۔

بلال سے تو بعد میں بھی نمٹا جا سکتا ہے پہلے مجھے جا کر اس منحوس انسان کی خبر لے کے آنی چاہیے جو رومیو بننے کی ناکام کوششیں کر رہا تھا۔ جس قدر غصے سے میرا برا حال تھا ایسے میں تشفی اس خبیث کو کھری کھری سنا کر ہی مل سکتی تھی۔ بلال کا پیچھا چھوڑ کے میں ایک دم ہی کمرے سے باہر جانے لگی۔

''ارے کہاں چلیں بہنا؟''

''اس ہیرو سے نمٹنے، سمجھتا کیا ہے منحوس خود کو۔'' میں پیر پٹختی کمرے سے نکلنے لگی۔

''واپس بھی اسی کروفر سے آنا، اسے منحوس اور خبیث کے القاب سے نوازتی۔ یہ نہ ہو واپسی میں دوپٹے کا کونا مروڑتی روحیل یہ کہہ رہے تھے اور روحیل وہ کہہ رہے تھے، کہتی آؤ۔''

اس نے قہقہہ لگاتے مجھے پیچھے سے پکارا۔ میں نے گھور کر بلال کو دیکھا، اس سے تو میں آ کے پوچھوں گی پہلے اس پیلو کے بچے کی طبیعت صاف کر آؤں۔ غصے سے بھری میں ایک وقت میں دو دو سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ روحیل رضوان عرف پیلو کے گھر جاتی میں ایک بات تو ضرور سوچ رہی تھی

کہ بھائی میاں اور امی کی یہ بات غلط ثابت ہوگئی کہ مسٹر ٹائم ٹیبل اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کے بہت بے غرضی اور بے لوثی سے خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہمیں پڑھانے آرہے تھے۔ واقعی دنیا مطلبی ہے اور یہاں کوئی کسی کو بے مقصد کچھ نہیں دیتا، اپنا وقت اور علم بھی نہیں۔ ہائے مطلبی دنیا۔

